OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

تحریکِ استشراق دورِ استعمار میں: ایک تحقیقی مطالعہ
A Study of Orientalism in the age of Colonialism

Saboor Fatima

Doctoral Candidate Islamic Studies, University of Karachi, Karachi

Abstract

Colonialism and orientalism are interlinked with each other. If we discuss orientalism, its stages, and eras, then colonialism cannot be neglected. In the past, before western colonization, Muslims were dominant globally, both educationally and politically, as well as at the commercial level. Their educational system was free from all the western's ideological subversions, and it was under the Muslim Ulma e Ikram. With the help of orientalists, colonizer planned and patterned a theory to divert Muslim thoughts and their psychology through their writings, conflicted books, encyclopedias, and educational systems. This article discusses the above-mentioned issues and proves the link between orientalists and colonizers.

Keywords: Colonialism, Orientalism, colonization, orientalists, colonizers

تمہید

استعمار کاری ماضی کی حقیقتوں میں سے ایک ایسی حقیقت ہے جس کے اثرات آج تک دیکھے، سنے اور محسوس کیے جارہے ہیں۔ اس کے اثرات پوری دنیا پر مرتّب ہوئے اور اس نے زندگی کی ہر جہت کو متاثر کیا ہے۔ جب ہم مستشرقین کی حقیقت، ان کے وجود اور ان کی کارکردگی کے بارے میں بات کرتے ہیں تو دورِ استعمار کا ذکر ان کے اہداف کی وضاحت مزید زاویوں سے کرتا ہے۔ مستشرقین ہر زمانے میں رہے ہیں اور یہ گھما پھرا کر وہی اعتراض دہراتے رہتے ہیں جو عہدِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میں مشرکینِ مکّہ کی جانب سے آپ ﷺ پر کیے جاتے رہے ہیں۔ ان اعتراضات کا ذکر قرآن میں بھی ہے۔ البتہ مستشرقین کے افکار، کارکردگی اور لائحہ عمل میں وقت کے ساتھ ساتھ حالات کے پیشِ نظر مختلف تبدیلیاں آتی رہی ہیں۔ کام کرنے کا انداز بدلا ہے لیکن مقاصد ہمیشہ ایک ہی رہے ہیں کہ اسلام سے متنفر کرنے اور

CC BY

اگلے کو اس سے بد ظن کرنے کے لیے جو کیا جاسکتا ہے وہ کیا جائے۔ مستشرقین میں ہمیں مختلف طبقات ملتے ہیں، ایک طبقہ بالکل غیر جانب داری سے معروضی کام کرتا ہے۔ ایک طبقہ متعصّب فکر سے موضوعی کام کرتا ہے۔ اور ایک طبقہ چیزوں کو ان کی حقیقت کے ساتھ دیانت داری سے دیکھتا ہے، یہی وجہ ہے ہمیں ایسے بہت سے مستشرقین ملتے ہیں جو دورانِ تحقیق اسلام بھی قبول کرلیتے ہیں۔ بہ ہر کیف استشراق ایک وسیع مضمون ہے اور اس میں کام کرنے کی جہت اپنے اندر گہرائی سمیٹی ہوئی ہے۔ لیکن استشراق کو دورِ استعمار کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ اس کے طاقت ور اثرات سے واقفیت دینا ہے کہ کس طرح مغربی استعمار کاروں نے ایشیاء بالخصوص مسلمانوں کی نظریاتی تخریب کاری کے لیے مستشرقین سے مدد حاصل کی اور ان پر اپنی تحریروں کے ذریعے نفسیاتی اثرات مرتّب کیے۔ ذیل میں پیش کیے جانے والے مقالے میں اس حقیقت کے بارے میں تفصیل پیش کی جارہی ہے۔

استشراق کے معنٰی

لفظ استشراق کا مادّہ ش، ر، ق ہے۔ یہ باقاعدہ ایک عمل، فکر، سوچ، نظریے اور زاویئے کا نام ہے۔ اس عمل کو انگریزی میں Orientalism شرق شناسی کہتے ہیں۔ اس کے عامل کو مستشرق,Orientalist کہا جاتا ہے۔ ذیل میں ان الفاظ کے معنی و تعریف لغات میں دیکھتے ہیں۔ جلد اول، ترقی اردو بورڈ کی جانب سے شائع اردو لغت (تاریخی اصولوں پر) میں یہ معنی درج ہیں۔

استشراق

- لفظی معنی ہیں: مشرق کو چاہنا یا پسند کرنا، اس سے مراد مشرقی ممالک (ایشیا و افریقہ) کے علوم یا تمدن و تہذیب کی حمایت کے معنی لیے جاتے ہیں۔ جب کے عمومی طور پر صفت نسبتی یا فاعلی کی صورت میں مستعمل ہوتے ہیں۔
- استشراقی: استشراق (رک) سے منسوب: مشرقی ممالک (ایشیا و افریقہ) کے علوم یا تمدن و تہذیب کی خصوصی تحقیق و مطالعہ سے متعلق، مغرب کے مستشرقین سے نسبت رکھنے والا۔[1]

اسی لغت میں مستشرق کے یہ معنی درج ہیں۔

- مستشرق: مشرقی تاریخ، تہذیب، زبان یا علوم وغیرہ کا مغربی ماہر۔[2]

استشراق اس پورے عمل کا نام ہے جس کے تحت استشراقی عمل اور اس سوچ کو آگے بڑھایا جاتا ہے۔ مقتدرہ قومی اردو زبان کی جانب سے شائع قومی انگریزی اردو لغت میں یہ معنی درج ہیں۔

- Orientalism (استشراق): مشرقیت، تمدّنِ مشرق، مشرقی مزاج یا خصوصیات، مشرقی زبانوں ادب یا ثقافت کا علم۔
- Orientalist (مستشرق): ماہر علومِ شرقیہ۔[3]

ترقّی اردو بیورو، نئی دہلی کی جانب سے شائع مختصر اردو لغت میں استشراق کے عامل کے یہ معنی لکھے ہیں۔

- **مستشرق:** یورپ کا وہ باشندہ جو مشرقی علوم میں ماہر ہو۔[4]

انگریزی لغات میں اس لفظ کا تعارف اس انداز سے ہوتا ہے۔

شرق شناسی(Orientalism):

شرق شناسی سے The character or characteristics of the oriental peoples یا The knowledge and study of Oriental languages, literature مراد ہے جس سے مشرقی لوگوں کے انداز، ثقافت، خصوصیات، کردار، ان کی زبانوں، ادب کا مطالعہ کرنا مراد لیا جاتا ہے۔[5]

مذکورہ بالا تعریف میں لفظ Oriental کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے Pertaining to, or characteristic of the Orient, or East; Eastern. یا Of the Orient or east; eastern. کے معنی مراد لیے جاتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ ہر وہ چیز یا خصوصیت جس کا تعلق مشرق سے ہو۔[6]

تحقیق کار کی رائے

تحقیق میں لغوی تعریفات معانی کے حقیقی دائرہ کی سمجھ کے لیے ناکافی ہوتی ہیں ال بتہ ان سے معنٰی کی وضاحت اور تمہید بن جاتی ہے اور مذکورہ بالا تعریفات کا لبّ لباب یہی ہے کہ مستشرق سے مراد مغرب کا رہنے والا وہ باشندہ ہے جو مشرقی علوم یعنی، شرقی تہذیب، ثقافت، مذہب، نظریات، افکار، زبان، لباس، لوگ، دلچسپیوں کا مطالعہ کرے۔ یہ محض لغوی تعریفات ہیں جو اپنی وسعت کے لحاظ سے محدود ہیں۔ بہ ہر کیف، اس کے نظریے کو مزید وسعت کے ساتھ سمجھنے کے لیے ایڈورڈ سعید کا نظریہ شرق شناسی جس کو وہ اپنی کتاب Orientalism میں بیان کرتے ہیں، کی تفہیم بہت ضروری ہے۔ جس سے اس لفظ کو مزید وسعت اور باقاعدہ ایک theory تھیوری کی حیثیت سے شناخت ملی۔

ایڈورڈ سعید، دورِ استعمار، نظریہ سازی اور شرق شناسی:

1978ء میں ایڈورڈ سعید نے اپنی مشہور کتاب Orientalism, شرق شناسی میں اس لفظ کی وضاحت کو نئے انداز سے پیش کیا ہے۔ دنیا میں ترقی اور کامیابی کی تفریق دو بنیادوں پر ہوتی ہے۔ اور ان بنیادوں کا تعین دو ممالک کے عنوانوں سے ہوتا ہے۔ ایک Occident (یعنی مغرب) دوسرا Orient (یعنی مشرق)۔ یہ خود ساختہ تفریق مغربی استعمار کاروں کی جانب سے دورِ استعمار میں کی گئی تھی۔ اس نظریے کے مطابق Occident ممالک جن میں مغرب شامل ہے، وہی ترقی، انسانیت، علم اور کامیابی کی بلند ترین سطح پر ہے جب کہ انہیں Occident ممالک کے استعمار کاروں کے مطابق Orient ممالک یعنی east کے باشندے Semi-Human ہیں۔ جاہل ہیں۔ Orientalism چوں کہ مغرب کی خودساختہ اصطلاح ہے چناں چہ استعمار کاری کے عمل کو بڑھاوا دینے میں Orient ممالک کے ساتھ اپنا تقابل کرتے ہیں اور East کو اپنے سے کمتر، حقیر، غیر مہذّب، غیر تعلیم یافتہ سمجھتے ہوئے دنیا کے سامنے 'سفید آدمی کا بوجھ' کے نظریے کو بنیاد بنا کر اپنا تعارف ایک مربی اور ہمدرد کی حیثیت سے کرواتے ہیں کہ ان Orient (وحشیوں) کو ہر حال میں ترقّی کی جانب خواہ جبرا یا بخوشی، لے کر جانا ہماری ذمہ داری ہے۔ یہیں سے انہوں نے نسلی تفاخر کو آگے بڑھایا کہ ان پر حکمرانی کرنا ہمارا آئینی وپیدائشی حق ہے۔ اس کے مقابلے میں مشرق کی اچھی، مہذّب تہذیبوں کو ہر صورت نظر انداز کیا گیا۔ اور مشرق کی ثقافت، طرزِ زندگی کو اپنی بنائی ہوئی من چاہی تصاویر، کارٹونز، لٹریچر سے متعارف کروایا۔ ان سب کا لبِّ لباب یہی ہے کہ استشراق، شرق شناسی سے مراد مغرب کا مشرق (مذہب، افراد، ثقافت، نظریات وغیرہ) کو اپنے تعصّبانہ نظریے سے دیکھ کر دنیا کے سامنے انکا تعارف جاہل، کمتر، وحشی، پلید،، حقیر کی حیثیت سے کروانا ہے۔ اور یہ نظریہ نسل

در نسل مابعد نو آبادیات کے آج بھی جاری و ساری ہے۔ مغربیوں کی ان حرکتوں کا سبب استعمار کاری کو اپنے حق میں جائز قرار دینا ہے کہ ہم پر پھر کوئی انگلی نہ اٹھا سکے۔

تحقیق کار کی رائے

مستشرقین کے تعلق سے یہ تعریفات عموماً بیان کی جاتی ہیں۔ تعریفات کی رو سے مستشرق سے، مغرب سے تعلق رکھنے والا وہ فرد مراد لیا جاتا ہے، جسے مشرقی علوم پر مہارت حاصل ہو اور مشرقی علوم میں مشرقی افراد کا طرزِ زندگی، مذاہب، ثقافت، سیاست، لٹریچر، ادب، ماحول، نظریات، تہذیب، لباس، معاشرت، شاعری، زبان، افکار شامل ہیں۔ مشرقی تہذیب میں مختلف النّوع مذاہب و افکار شامل ہیں لیکن اس تحریکِ استشراق کا بنیادی ہدف مذہبِ اسلام ہی رہا ہے۔ کیوں کہ مشرق میں دینِ اسلام ہی تہذیبی و ثقافتی لحاظ سے دیگر مذاہب و نظریات پر غالب رہا ہے۔ اور دینِ اسلام مغرب پر اثر انداز ہونے کی بھرپور تر صلاحیت، طاقت اور وزن رکھتا ہے، تو اس کے اثرات سے اپنے آپ کو، یورپ کو اور غیر مسلم باشندوں کے عقائد کے تحفّظ کے لیے اسلامی موضوعات و نظریات کو اپنے انداز سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی تاکہ دینِ اسلام کی اثر انگیزی کو کسی حد تک کم کر کے بے مول کیا جاسکے۔ اور مستشرقین کی جانب سے اسلام کے تعارف پر لکھی گئی موضوعی تحقیق پر مبنی کتب کا مقصد ان کے مطالعے کے بعد قارئین کے اذہان میں اسلام کی حقّانیت سے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرنا ہے۔ جہاں کہیں مشرق کے مقابلے میں مغرب کی بات کی جاتی ہے تو اس سے صرف نقشے کے مطابق مشرق کی سمت سے جغرافیائی مغرب مراد نہیں ہوتا بل کہ مغرب سے باقاعدہ ان افکار و نظریات اور تہذیب و ثقافت کو متصوّر کیا جاتا ہے جو سراسر مشرقیت بالخصوص اسلام کے مخالف اور اس کی ضد میں آتے ہیں۔ عمومی اعتبار سے لفظ استشراق وسیع معنوں کا حامل ہے لیکن موضوع کا تعلق تعلیماتِ اسلامیہ اور عالمِ اسلام سے ہے لہٰذا آگے کی گفت گو تعلیماتِ اسلامیہ، افکارِ اسلامیہ اور نظریاتِ اسلامیہ کے تناظر میں کی جائے گی۔

مذکورہ بالا میں ہونے والی گفت گو سے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ عصرِ حاضر میں لفظ مستشرق کا اطلاق اس بندہ پر بھی ہوتا ہے جو اسلام پر توہین آمیز، غلط قسم کے سوالات اٹھاتا ہے، خواہ اُس فرد کا تعلق مشرق کی سرزمین سے ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا، اس کا سادہ جواب یہی ہے کہ چوں کہ اب استشراق باقاعدہ ایک مکمّل سوچ، فکر اور نظریے کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اسی لیے جو اسلام کو اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہوئے استشراقی نظریے اور سوچ کی پیروی کرے گا تو وہ زمین کے جس بھی خطّے کا باشندہ ہو مستشرق ہی کہلائے گا۔ بہ حیثیت محقّق، مستشرقین کے حوالے سے دونوں (مثبت اور منفی) رویوں کو اخلاقی سطح پر ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ مسلمانوں کا بہت سا علمی ورثہ دورِ استعمار میں مستشرقین کی علومِ اسلامیہ میں دلچسپی کے سبب ہی منظرِ عام پر آیا۔ پریس میں گیا، شائع ہوا۔ لیکن جو مثبت پہلو منظر پر لائے گئے ان کا تناسب متعصبانہ نظریات کی اشاعت سے بہت کم ہے۔ گو کہ آٹے میں نمک کے برابر۔ زیادہ کام پر نکتہ چینی کی گئی، بے معنی سوالات اٹھائے گئے جن کا ایک مسلمان تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔

تحریکِ استشراق کا پسِ منظر

اسلام سے قبل الہامی مذاہب میں سے نصرانیت؛ سیاسی، عسکری، معاشی اور افرادی اعتبار سے مضبوط، طاقت ور اور مستحکم حکومت کے ساتھ صاحبِ اقتدار تھا۔ عرب معاشرہ بھی ان سے متاثر تھا۔ اس وقت کی بڑی طاقتوں میں سے ایک، ایران

جو زرتشت مذہب کا حامل تھا لیکن اپنے غیر تبلیغی مذہب ہونے کے سبب مذہبِ نصرانیت کی اشاعت میں کبھی آڑ نہ بنا۔ برّاعظم افریقہ و ایشیاء سمیت دیگر علاقوں پر سلطنتِ روما جن کا سرکاری مذہب نصرانیت تھا، حکمران تھی۔ مذہبِ اسلام کی فتح اور عروج کے نتیجے میں جغرافیائی و تبلیغی، اعتبار سے مسلمان دنیا کے فاتح قرار پائے اور دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ حکومتِ اسلامیہ کی وسعت کے سبب بہت سے علاقے مسلمانوں کے قبضے میں آگئے، جن میں بیت المقدس بھی شامل تھا۔ وقتی طور پر سلطنتِ روما خاموش رہی لیکن بیت المقدس واپس لینے کے جنون میں مسلمانوں (جو اس وقت کی واحد طاقت ان کے مقابلے کی تھی) کے خلاف صلیبی جنگوں کا آغاز کیا جن کا عرصہ دوسو سال پر محیط ہے۔ جن میں فریقین کے مابین شکست و فتوحات کا سلسلہ جاری رہا، اور نتیجے میں بیت المقدس مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔

صلیبی جنگیں اور تحریک استشراق کی بنیادیں

مسلمانوں کی بڑھتی ترقی کے اثرات سے اپنی مسیحی عوام کو بچانے کے پیشِ نظر اسلام اور مسلمانوں سے متنفّر کرنے، ان کی برتری کو کم کرنے اور اپنے قارئین کی ذہن سازی کرنے کے لیے دورِ استعمار کے آغاز سے قبل ہی غیر مسلموں (خصوصا نصرانیوں) کی جانب سے تعلیماتِ اسلامیہ و شریعتِ محمّدیہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) لٹریچر (تحریری) کی صورت میں غلط انداز سے اپنے لوگوں کے سامنے پیش کرنے کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ اس انداز کی بنیاد ڈالنے والوں میں مستشرقین کے آباؤاجداد میں یوحنا دمشقی[7] کا نام ملتا ہے۔ علامہ محمّد اسد اپنی کتاب THE ROAD TO MAKKAH میں اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "A theory that might perhaps help one to understand better the deep-seated prejudice against Islam so often to be found in Western literature and contemporary thought. To find a truly convincing explanation of this prejudice,' I said, 'one has to look far backward into history and try to comprehend the psychological background of the earIiest relations between the Western and the Muslim worlds. What Occidentals think and feel about Islam today is rooted in impressions that were born during the Crusades… The damage caused by the Crusades was not restricted to a cIash of weapons: it was, first and foremost, an intellectual damage - the poisoning of the Western mind against the Muslim world through a deliberate

misrepresentation of the teachings and ideals of Islam.''[8]

محمّد اسماعیل ریحان اپنی کتاب نظریاتی جنگ کے محاذ میں صلیبی جنگوں، غلط تعارفِ اسلام اور مستشرقین کے آپس کے تعلق کے حوالے سے لکھتے ہیں: "مسلمانوں سے بیت المقدس کے واپس حصول کے لیے صلیبیوں (عیسائیوں) کی طرف سے شروع کی گئی وہ جنگ ہے جو میدانِ جنگ میں جنگی آلات سے لڑی گئیں ہوں، صلیبی جنگیں کہلاتی ہیں۔ ان کا دورانیہ 489ھ تا 690ھ دوسو سال کے عرصے پر محیط ہے۔ کُل آٹھ صلیبی جنگیں لڑی گئیں۔ پہلی صلیبی جنگ (1096ء تا1099ء) میں ہوئی جس کے نتیجے میں بیت المقدس مسلمانوں سے عیسائیوں کے قبضے میں چلا گیا۔ اس کے واپس حصول کے لیے عمادالدین زنگی، نورالدین زنگی، اور پھر صلاح الدین ایوبی نے کوششیں کی۔ جس کو روکنے کے لیے دوسری صلیبی جنگ (1147ء تا 1149ء) ہوئی۔ صلیبیوں کو کامیابی نہیں ہوئی۔ 27رجب 583ھ (ستمبر 1187ء) میں صلاح الدّین ایوبی کی قیادت میں بیت المقدس مسلمانوں نے واپس لے لیا۔ اس خبر پر عیسائی دنیا میں مسلمانوں کی فتح کا کہرام مچ گیا۔ اس کے نتیجے میں یورپ کے لوگوں کو مسلمانوں سے متنفر کرنے کے لیے شاعر اور گوئیوں نے دردناک غموں کے ذریعے عوام کے جذبات کو بھڑکایا۔ مصوّروں نے بھی اپنے فن کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اندھی نفرت پھیلانے کے لیے استعمال کیا۔ پادری مصوّروں سے ایسی فرضی تصاویر بنواتے جن میں ایک عربی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے لڑتا دکھائی دیتا۔ بعض تصاویر میں یہ منظر پیش کیا جاتا عیسیٰ علیہ السّلام اس عربی شخص کے ہاتھوں بری طرح پٹ رہے ہیں ان کے بدن سے خون جاری ہے اور وہ زمین پر گر چکے ہیں۔ لوگ دہشت ناک تصاویر دیکھ کر حیران ہوتے اور پادری انہیں بتاتے کہ یہ عرب کا نبی ہے جو مسیح کو مار رہا ہے، مسیح اس کے ہاتھوں مر گیا ہے۔ یہ سن کر لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگتے ۔ اس قسم کی ڈرامہ بازیوں میں صور کا حاکم کونرڈ مار کوئیس پیش پیش تھا۔۔۔ اس نے ایک بہت بڑی تصویر بنوائی جس میں ایک مسلم گھڑ سوار کو قبرِ مسیح علیہ السّلام پر چڑھتے اسے گھوڑوں کے سموں سے پامال کرتے اور گھوڑے کو قبر پر پیشاب کرتے دکھایا گیا تھا۔ یہ دیوہیکل تصویر یورپ کے کونے کونے میں گھمائی گئی، جلسوں میں بھی دکھائی گئی۔ ان فرضی تصاویر نے تمثیل پرست عیسائیوں کو مسلمانوں کے خلاف مزید جوش دلایا۔ اس کے ساتھ ساتھ تیسری صلیبی جنگ ہوئی (1189ء تا 1192ء)، صلیبیوں کا ناکامی ہوئی۔ چوتھی (1202ء تا 1204ء)، پانچویں (1218ء تا 1221ء)، چھٹی (1228ء تا 1229ء)، ساتویں (1248ء تا1249ء)، آٹھویں (1270ء تا 1271ء) صلیبی جنگوں میں صلیبیوں کو مسلسل شکست ہوئی اور بیت المقدس 1917ء تک مسلمانوں کے پاس ہی رہا۔ ان شکستوں کے نتیجے میں جنگ کو عسکری محاذ سے علمی اور روحانی محاذ پر منتقل کیا گیا۔ یورپ کی فکر تبدیل ہوئی علم اور تحقیق کا ذوق پیدا ہونے لگا، مسلمانوں سے فکری محاذ پر لڑنے کے لیے نئے راستوں کی تلاش شروع ہوئی، علمی ہتھیار تیّار کیے جانے لگے اور موجودہ الغزوالفکری کی بنیاد پڑی۔"[9]

تحریکِ استشراق کے ادوار

مستشرقین، استشراق، شرق شناسی کا موضوع وسعت اور گہرائی کا حامل ہے۔ یہ موضوع اب باقاعدہ ایک فکر، نظریہ اور سوچ کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ حالات وواقعات، معاشرت، حکومتوں، طاقتوں، مفادات، اور وقت کی تبدیلیوں کے

ساتھ ساتھ اس تحریک کے کارندوں کے مقاصد اور طریقہ ء کار میں بھی تبدیلی آتی رہتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کے کام کی نوعیت اور مقاصد و منہج میں تبدیلی کے سبب مستشرقین پر تحقیق کرنے والے محققین نے ان کی تحریک کو متعدد ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا اور دوسرا دور

"ان کے پہلے دور کا آغاز، مسلمانوں کے اسپین اور سسلی کی سرزمین پر قدم رکھنے کے نتیجے میں ہوا جس کا سبب مسلمانوں کی بڑھتی طاقت و عروج اور ترقی کے راز کو جاننا تھا اور اس کو تہہ تک سمجھنے کے لیے انھوں نے علومِ اسلامیہ کا مطالعہ کیا۔اور اسی دور میں عربی کتب کا لاطینی و دیگر زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ دوسرے دور کا تعلق صلیبی جنگوں کے نتیجے میں پیش آنے والے واقعات و اثرات سے تعلق رکھتا ہے، جس کے بعد ان کے انداز اور طرزِ فکر میں نمایاں تبدیلی متعصبانہ اسلوب کی صورت میں سامنے آتی ہے۔"[10] تیسرے دور کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

چوتھا اور پانچواں دور

تحریکِ استشراق کا چوتھا اور پانچواں دور مابعدِ نوآبادیات کا ہے،ان ادوار میں ان کے مقاصد اور طرزِ فکر میں حالات واقعات کی مناسبت سے بہت تبدیلیاں آئی ہیں، اور اب اسلام کے حوالے سے مسلمانوں کی ذہن سازی نصابی کتب کے ذریعے سے کی جارہی ہے۔

تحریکِ استشراق دورِ استعمار میں: (تیسرا دور)

اس دور سے متعلق مختلف محققین کی مختلف آراء ہیں: "اٹھارویں اور انیسویں صدی میں مشرق کے زوال اور اور مغربی استحصال کے ساتھ ساتھ اسلام اور اسلامی ممالک کی غلط تعبیر کے لیے ایک نیا ڈسپلن وجود میں آیا جس کو اور نٹیلزم کہا جاتا ہے۔"[11] استشراق کو باقاعدہ منظّم انداز کی تحریکی صورت اور استشراق کا عنوان استعمار کے دور میں ملا۔کیوں کہ یہ اصول ہے کہ الفاظ اپنے استعمال کے بعد وجود میں آتے ہیں۔استشراقی عمل کئی صدیوں سے جاری رہا ہے، لیکن باقاعدہ لفظ اور عنوان دورِ استعمار میں ملا۔دورِ استعمار اور تحریکِ استشراق کے تعلق سے پیر کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "مستشرقین، مستعمرین کے فکری رہنما تھے اور مستعمرین، مستشرقین کے پشت پناہ اور محافظ۔"[12] مزید یہ بھی کہا جاتا ہے: "اس دور میں یہ واضح نظر آتا ہے کہ استشراق کی تحریک کوئی علمی تحریک نہیں بل کہ یورپی طاقتوں کے سیاسی مفادات کی محافظ ہے۔استعماری طاقتیں مستشرقین کے ذریعے محکوم ممالک کے علمی ذخائر کا عرق نکالنے میں مصروف تھیں۔مستشرقین کی کوششوں سے یورپی سیاست دانوں کو محکوم قوموں کے علوم، تاریخ، نفسیات، جغرافیے، شعر و ادب اور تہذیب و ثقافت سے آگاہی ہورہی تھی جسے سامنے رکھتے ہوئے وہ ان قوموں کی خوبیوں اور خامیوں سے آگاہ ہورہے تھے اور انہیں بڑی کامیابی سے زیر کرتے جارہے تھے۔"[13] یہ حقیقت بھی عیاں کی جاتی ہے: "مستشرقین کی علمی جدوجہد کے تیسرے دور کا آغاز اس وقت ہوا جب صنعتی انقلاب نے یورپی ممالک میں استعمار اور ملک گیری کی نئی خواہشات کو بیدار کردیا۔۔۔سترہویں صدی میں کیمبرج اور آکسفورڈ میں عربی پڑھانے کا بندوبست کیا گیا، اور اسلام کے علمی ذخائر کو جگہ جگہ سے سمیٹ کر لانے کے منصوبے بنائے گئے۔۔۔علومِ مشرق کے شعبوں میں اسلام پر تحقیقی کام میں غیر معمولی دلچسپی کا اظہار ہونے لگا، نپولین نے 1798ء کے بعد مصر کے علمی ذخائر کو فرانس منتقل کرنا شروع کردیا، انگریزوں نے

1857ء کے بعد ہندوستان کے نادر قلمی نسخے لندن پہونچادیے، انڈونیشیاء، ہندوستان، ایران، مصر، شام، عراق کے کتنے ہی انمول موتی جن کو غیر ملکوں میں دیکھ کر بقول اقبال "دل سیپارہ ہوتا" ہوتا ہے، یوروپین کتب خانوں کی زینت بن گئے۔"[14] گو کہ مستشرقین، استعمار کاروں کے ذہنی کارکن تھے، جو مستعمرین کی نفسیات، سوچ، اسلامی مزاج سب سے استعمار کاروں کو باخبر رکھتے تاکہ آئندہ کے لیے کامیاب لائحہ عمل طے کیا جاسکے۔

دورِ استعمار، تحریکِ استشراق اور سفید آدمی کا بوجھ

استعماری پسِ منظر کے ساتھ، تحریکِ استشراق ایک خاص فکر اور نظریے کے ساتھ ابھرتی اور سامنے آتی ہے، جس میں استعمار کار (جن کا تعلق مغربی ویوروپی علاقوں سے ہے) کے ممالک اور مستعمَرین کے ممالک (جہاں استعمار کاروں کی اجارہ داری قائم تھی)، کی بنیادوں پر دنیا کو مشرق اور مغربی اقوام اور ممالک کی سطح پر کم تری اور برتری کی بنیادوں پر دو حصوں میں تقسیم کیا جانے لگا۔ استعمار کاری کے عمل کے جواز میں استعمار کاروں نے اپنے حق میں White man Burden Theory پیش کی۔ جس کا معنیٰ ومفہوم یہ ہے: "سفید چمڑی کی اقوام (سفید فام لوگ) ہی تہذیب یافتہ اور باعلم و ذی شعور ہیں اور اِن سفید فاموں کی یہ ذمہ داری ہے کہ سیاہ، پیلی (چینی) اور سانولی (برّصغیر پاک و ہند) اقوام کو تہذیب، تمدن اور علم سکھائیں اوران کو آگے بڑھائیں۔"[15] اس کے علاوہ White man burden کے عنوان سے Joseph Rudyard Kipling نے 1899ء میں، ایک نظم تحریر کی۔[16]

نظم کی وضاحت

سفید آدمی کا بوجھ

"سفید آدمی کا بوجھ 'ریاڈ کیپلنگ' کی عصبیت اور نسل پرستی پر مبنی ایک نظم ہے۔ جس میں اس نے مغربی استعمار اور سامراجی کوششوں کی کھل کر حمایت کی ہے۔ اس نظم کو غلط معلومات پھیلانے کا سبب بھی قرار دیا گیا ہے۔ یہ نظم استعمار کاروں کی لالچی ذہنیت کی عکّاسی کرتی ہے جو مشرقی اقوام اور ان کے علاقوں پر تسلط چاہتی ہیں۔ یہ نظم اپنے پڑھنے والوں کو یہ جوش دلاتی ہے کہ وہ اپنے بہترین لوگ ایسے علاقوں میں بھیجیں جہاں ظلمت میں غیر مہذّب لوگ بستے ہیں، ایسی جگہوں پر جاکر سفید لوگوں کو قحط اور بیماری کا خاتمہ کرنا ہے اور وہاں کے مقامی لوگوں کی خدمت کرنی ہے جنہیں سامراجیوں نے قیدی بنایا ہوا ہے۔ اس نظم میں نسل پرستی مرکزی کردار ہے جس کے مطابق سفید نسل پرست سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی نام نہاد تہذیب سے دوسری نسل کی اقوام کو مہذب بنائیں گی، اس نظم کا شاعر خود ایک نسل پرست ہے اور وہ اپنی نظم میں کہتا ہے کہ سفید قوم کو یہ بوجھ معمولی سمجھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے، یقیناً یہ کام مشکل ہے اور اس میں انہیں مقامی لوگوں کی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن انہیں پیچھے دھکیلنا ہوگا۔ یہ نظم بعد میں ایک فلسفے کی صورت اختیار کرگئی کہ سفید (یوروپی) اقوام کے کندھوں پر دنیا کی ان اقوام کو جو سفید چمڑی کی نہیں ہیں، کو مہذب بنانے کا بوجھ ہے کہ ان جاہلوں کو انسان بنایا جائے، اپنی تہذیب، ثقافت، مذہب سکھایا جائے کیوں کہ ان لوگوں کو جو سفید فام نہیں ہیں، کی تہذیب، مذہب اس قابل نہیں ہے کے وہ ان کو ذی شعور کرسکے۔ اس زمانے میں ایسے کارٹونز اور تصاویر بھی بنائی گئیں جو اس سوچ و نظریے کو مزید تقویت دیتی تھیں۔"[17] اس مفروضے کی اشاعت دورِ استعمار میں ہر بڑے پیمانے پر کی گئ۔ اسی مفروضے کی ایک شاخ کی بنیاد پر اسلام پر اعتراضات اٹھائے گئے۔ استعمار کار گوری چمڑی کے نصرانیت کے

پیروکار تھے لہذا، دنیا کے لیے سب سے بہترین مذہب نصرانیت کو قرار دیتے ہوئے اسلام کو مشکوک، ناقابل قبول، اور پسماندہ اور پرانا مذہب قرار دیا۔ یہیں سے یہ سوچ بھی پروان چڑھائی گئی کہ اسلام آج کے ترقّی یافتہ دور کے لیے طے کیے گئے معیّارات پر پورا اترنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

تحقیق کار کی رائے

یہ نظریہ، استعماریت کے عمل کو درست اور صحیح ثابت کرنے کی دلیل کے طور پر استعمال کیا گیا کہ ہم اپنے مستعمَرین (استعمار زدہ) کا بَھلا اور رہنمائی کرنا چاہتے ہیں اسی لیے ہم یہاں ہیں۔ اور اس عمل کو مستشرقین نے دورِ استعمار میں ہمارے تعلیمی اداروں، نظامِ تعلیم، نصابِ تعلیم، زبانِ تدریس، طریقہء تدریس اور نوکریوں کے معیارات کو تبدیل کرکے آگے بڑھایا۔ جس کے نتیجے میں اس دور میں پرورش پانے والی نسل لارڈ میکالے کے قول کے مطابق جسمانی طور پر ہندوستانی جب کہ ذہنی طور پر مغربی ہی تیار ہوئے۔

دورِ استعمار، مستشرقین اور نصابِ تعلیم

نصابِ تعلیم سے مراد مختلف مضامین کے طے شدہ وہ اسباق ہیں جو تعلیمی اداروں میں طلباء کو پڑھائے جاتے ہیں۔ دورِ استعمار میں استعمار کاروں نے نظامِ تعلیم، نصابِ تعلیم کو یکسر تبدیل کیا۔ چوں کہ نصابِ تعلیم، طلباء کی ذہن سازی کا مؤثر ہتھیار ہے چناں چہ، نصابِ تعلیم کو آلہء ذہن سازی کے طور پر استعمال کیا، کیوں کہ: "نصابِ تعلیم کا تعلق مقاصدِ تعلیم سے ہوتا ہے اور مقاصدِ تعلیم کا تعیّن نظریہء تعلیم طے کرتی ہے، نظریہء تعلیم کی راہنمائی نظریہءحیات سے ہوتی ہے اور نظریہءحیات، الہامی ہدایت سے مربوط ہے۔"[18] یہاں سے اندازہ کرلیا جائے کہ وہ نصابِ تعلیم جس کا مقصد، جس کا نظریہ، جس کی راہنمائی الہامی ہدایات سے مربوط شرائط کو مدنظر رکھ کر نہ طے کی جائیں بل کہ استعمار کاری کو فروغ دینے کے اور انسانوں کو انسان کا غلام بنانے کے لیے تیار کیا جائے تو اس کا اثر طالبِ علموں، اور آئندہ آنے والی نسلوں کے ذہن پر کیا ہوگا اس کا اندازہ ہم بہ خوبی کرسکتے ہیں، کیوں کہ اس کی عمل داری ہم مسلمانوں پر اور ہمارے آباء پر کی جاچکی ہے، جس کا اثر ہم آج کی زندگی میں بھی دیکھ سکتے ہیں کیوں کہ استعمار کاروں کی پسند کا نصاب مستشرقین نے تیار کیا، پھر اسی نصاب کو آگے جاکر سرکاری نوکریوں کا معیار قرار دیا یعنی روزگار اور معاش کی بنیاد استعمار کاروں کا مقرّرہ نصابِ تعلیم طے پایا جس کے نتیجے میں ایک مسلمان کی اسلامی نفسیات، خود شناسی اور مزاج بہ تدریج ختم ہوگیا۔ ان حقائق کی نشاندہی کرتے ہوئے پروفیسر سیّد سلیم لکھتے ہیں: "انگریز کی استعماری حکومت اپنے دورِ اقتدار میں مغرب سے درآمد کردہ لادینی نظامِ حکومت اور وطنی تصوّرِ قومیت کو ہندوستان کے طول عرض میں رائج کردیا۔ معیشت، معاشرت، سیاست اور تعلیم میں مغرب کے لادینی تصوّرات کو نافذ کردیا۔ حکومت کے ذرائع اور وسائل ان کے حق میں زبردست پروپیگنڈا کیا۔ ساری فضا ان تصوّرات سے گونجنی لگی۔۔۔ 1857ء کی جنگ کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں کو بری طرح کچلا، اس زوال کے ماحول میں مسلمانوں کا ذہن ماؤف ہوگیا۔ ان پر ذُہول شخصیت اور خود فراموشی کا دورہ طاری ہوگیا۔ اپنی تاریخ، اپنی تہذیب، اپنی انفرادیت، اور اپنے تشخص کو پسِ پشت ڈال کر وہ بھی اس پروپیگنڈا سے متاثر ہوگئے۔۔۔ اور مغربی تصوّرات کو قبول کرلیا۔"[19]

اس حقیقت کے بارے میں ڈاکٹر ناصر عباس نیرّ، اپنے پوسٹ ڈاکٹرل کے تھیسس جس کا عنوان "**ثقافتی شناخت اور استعماری اجارہ داری (نوآبادیاتی عہد کے اردو نصابات کا مابعد نوآبادیاتی مطالعہ)**" ہے، جو انہوں نے جرمنی کی ہائیڈل برگ یونیورسٹی کے ساؤتھ ایشیاء انسٹی ٹیوٹ سے مکمّل کیا ہے، میں حیرت انگیز انکشافات کرتے ہیں۔ "ساؤتھ ایشیاء انسٹی ٹیوٹ کی لائبریری میں جنوبی سے متعلق پونے تین لاکھ کے قریب کتب اور رسائل موجود ہیں۔ ان سب کو جدید سائنسی طریق سے اس طور پر ترتیب دیا گیا ہے کہ آپ کو مطلوبہ کتاب یا رسالہ چند منٹ میں مل جاتا ہے۔۔۔ مجھے یہاں 29 نصابی کتب دستیاب ہوئیں جو 1857ء سے 1947ء تک پاک و ہند کے سرکاری مدارس میں پڑھائی جاتی رہی ہیں۔ نوآبادیاتی عہد کی یہ نہایت اہم کتب پاکستان کی لائبریریوں میں موجود نہیں ہیں۔ انہیں پاکستان کے کتب خانوں میں نہ دیکھ کر دل سیپارہ ہوتا ہے۔ میں نے ان کی وضاحتی فہرستیں تیار کیں اور ان کا مابعد نوآبادیاتی تناظر میں مطالعہ مکمّل کیا۔۔۔ مطالعہ کے نتیجے میں پہلی مرتبہ یہ احساس شدّت سے ہوا کہ کسی سماج میں نئے تصوّر کائنات کو راسخ کرنے میں نصابی کتب کا کس قدر اہم کردار ہوتا ہے۔۔۔ 1813ء میں جب کمپنی کے چارٹر کی تجدید ہوئی تو اس میں ایک نئی شق کا اضافہ ہوا جس کی رو سے کمپنی کے لیے لازم ہوا کہ وہ ایک لاکھ روپیہ سالانہ ہندوستانیوں کی تعلیم پہ خرچ کیا کرے۔۔۔ اس کا درِ پردہ مطلب یہ تھا کہ اپنے مقبوضات کے تعلیمی نظام کو کمپنی اپنے ہاتھ میں لے لے۔۔۔ چارلس گرانٹ نے 1790ء میں برطانوی پارلیمنٹ کے سامنے ہندوستان کی تعلیمی اور اخلاقی حالت کا نقشہ کچھ ایسا کھینچ کر دکھایا کہ جیسے ہندوستانی جاہل اور وحشی لوگ ہوں۔ اس نے ان کا یہ علاج تجویز کیا کہ برطانوی حکومت ہندوستانیوں کی تعلیم کی ذمہ داری قبول کرے۔۔۔ ہندوستانیوں کی تعلیم کا مسئلہ جب بھی نوآبادیاتی آقاؤں کے زیرِ غور آیا، اس کی بنیاد میں یہ قضیہ لازماً شامل رہا کہ 'ہندوستانی جاہل اور وحشی ہیں اور ان کو مہذب بنانے کا واحد طریقہ انگریزی تعلیم اور یوروپی ثقافت کی ترویج ہے۔۔۔ میکالے 1834ء میں حکومتِ ہند کے نئے رکن قانون کی حیثیت سے مدراس میں وارد ہوا اور اسے مجلس تعلیمات عامہ کا صدر بنایا گیا۔ اس نے 1835ء کی تعلیمی رپورٹ میں یہ قطعیت سے لکھا کہ کمپنی کو اپنا تعلیمی بجٹ صرف اور صرف انگریزی تعلیم پر خرچ کرنا چاہیئے اور کمپنی کو روایتی و مقامی مدارس کی مالی سرپرستی سے ہاتھ کھینچ لینا چاہیئے، میکالے نے دھمکی دی تھی کہ اگر اُس کی تجاویز پر عمل نہ کیا گیا تو وہ مجلسِ عامہ سے استعفا دے دے گا۔ یہ دھمکی کارگر رہی اور 1835ء سے انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنایا گیا۔۔۔ ڈاکٹر ناصر عبّاس نیرّ، دورِ استعمار کے نصاب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: استعماری تناظر میں تعلیم 'بے غرض، بے لوث، نہیں ہوتی؛ تعلیمی نصابات، نوآبادیاتی آئیڈیالوجی کے اظہار و استحکام کا ذریعہ ہوتے ہیں۔۔۔ مغرب نے مشرق کا جو علم پیدا کیا وہ خالص علم نہیں تھا؛ وہ سیاسی اور آئیڈیالوجیکل تھا، طاقت اور اجارے کے اغراض سے ملوّث تھا اور یہ اغراض خود اس علم کی تشکیل کے عمل میں سرایت کر گئی تھیں۔۔۔ نصاب میں کون کون سے متون شامل اور کون سے خارج رکھے جائیں؟ ان سب فیصلوں کا اختیار انگریز حکمرانوں کو تھا۔"[20]

معاشرتی حالات کا جو جاہلانہ نقشہ پیش کیا، وہ کیا White man's Burden سے ہی ماخوذ نہیں سمجھ آتا؟ مسلمانوں کے نصابِ تعلیم کی کتب کا استعمار کاروں کے کتب خانوں میں ہونے کا کیا مطلب ہے؟ جب کہ اس سے قبل مسلمانوں کا نظامِ تعلیم کیا تھا اور کیسا تھا اس کے حوالے سے یہ تاریخ ملتی ہے:

"اسلام کا شعبہ تعلیم اور تربیت دیگر شعبوں کی طرح آزادانہ طور پر کام کرتا تھا۔ علماء اکرام مساجد اور مدارس میں درس و تدریس کی بساط بچھائے رکھتے تھے۔ تقرّبِ الی اللہ اور عبادت سمجھ کر وہ یہ فریضہ انجام دیتے رہتے تھے۔ تعلیم کا سارا کاروبار مفت چلتا تھا۔ طلبہ سے کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی۔ بادشاہ اور امراء نظامِ تعلیم میں کسی طرح کی مداخلت نہیں کرتے تھے۔ البتہ وہ عطیات اوقاف اور معافیات سے ان فاضل علماء اور مُدرِّسین کی مالی معاونت ضرور کرتے تھے۔ مدارس کا نظم و نسق، نصابِ تعلیم، امتحان، سندِ فراغ سب کام خالصتاً علماء کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔۔۔ بلاشبہ بعض اوقات تخت حکومت پر مفسد حکمران متمکن ہو جاتے تھے۔۔۔ درباروں اور ایوانوں میں فتنہ و فساد کی شیطانی قوتیں ننگا ناچ ناچتی تھیں۔ مگر منبر و محراب میں تعلیم و تربیت، مسجد و خانقاہ میں طہارت نفس اور تزکیہ اخلاق کے شعبے حسبِ دستور پوری قوت اور دلجمعی کے ساتھ سر گرم عمل رہتے تھے۔"[21]

برِّ صغیر پاک و ہند میں مغلیہ زوال کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی نے کس طرح سے مسلمانوں کے نظامِ تعلیم کو مفلوج کیا اس کے بارے میں یہ حقیقت ملتی ہے: "ہندوستان پر قبضہ کو نصف صدی گزر گئی تب ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان کی تعلیم کی جانب توجّہ کی۔ 1813ء میں کمپنی کے ڈائریکٹروں نے ہندوستان میں گورنر جنرل کو پابند کیا کہ وہ اہلِ ہند کی تعلیم کا انتظام کرے۔"[22] انگریزوں نے تعلیم پر گرفت کے بعد زیادہ اہمیت ہندوؤں کو دی کیوں کہ اقتدار مسلمانوں سے چھینا تھا، تو مقصد مسلمانوں میں احساسِ کمتری کی نفسیات پیدا کرنا تھا۔ ہندوؤں کو مسلمانوں کے مقابل لانا تھا۔ تعلیم کے معاملے میں اس مقصد کے تحت ہندوؤں کو زیادہ مراعات دی گئیں۔ نصابِ تعلیم کی فراغت کے بعد سرکاری نوکریوں کا معیّار وہی نصابِ تعلیم تھا جو تعلیمی اداروں میں پڑھایا جاتا تھا، جس میں مسلمانوں کا نظر انداز کیا گیا تھا جس کے بنیادی اہداف یہ تھے:

- "مسلمانوں پر رزق کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ ان کو مفلس اور نادار بنا دیا جائے۔
- تعلیم کے دروازے ان پر بند کر دیے جائیں۔ ان کو جاہل اور پسماندہ بنا دیا جائے۔
- ان کی تاریخ کو مسخ کر دیا جائے۔ ان کے اندر احساسِ کمتری پیدا کر دیا جائے۔
- ہندوستان کی دوسری قوموں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت پیدا کر دی جائے۔

❖ یہ ایک طویل المیعاد منصوبہ تھا جس پر انگریزی حکومت نے مستقل مزاجی سے عمل کیا۔ اور بالآخر ایک مہذّب اور شائستہ قوم کو جاہل نادار اور مقہور بنا دیا۔"[23]

جب نوکریوں کے ملنے پر ہندو معاش کے لحاظ سے مضبوط اور مسلمانوں کے مقابل ہوگئے تو تقسیم سے بچنے کے لیے مسلمانوں کی نظریاتی تبدیلی کے لیے مختلف تعلیمی ادارے بنائے۔ اس معاملے میں دو اسکیمیں بہت واضح ملتی ہیں، ایک واردھا سکیم دوسری ودیا مندر اسکیم، ان کے مقاصد کچھ یوں تھے۔

واردھا اسکیم

"گاندی جی کی رہنمائی میں جدید نسلوں کی تعلیم کے لیے ایک اسکیم تیار کی گئی جس کو واردھا اسکیم کہتے ہیں۔ اس کے معمار ڈاکٹر ذاکر حسین پرنسپل جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی تھے۔ اس نظامِ تعلیم میں ہدف متحدہ قومیت پیدا کرنا تھا۔ اس کے علاوہ سارا زور مادّی تصوّرِ حیات اور مادی اقدار حیات پر تھا۔ مذہبی تعلیم کا بھی ایک جزو اس میں شامل تھا۔ اور وہ اس قدر تھا کہ چند مذہبی شخصیتوں کا تذکرہ نصاب میں شامل تھا (جو مختلف مذاہب کی قائد تھیں)۔ ان کے پیشِ نظر تمام مذاہب کو تحلیل کر کے ایک نیا مرکّب مذہب تیار کرنا تھا۔ گویا ایک قسم کا دینِ الٰہی یا برہمن سماج پیدا کرنا تھا۔ اس اسکیم کے معمار اسکیم کا مقصد واضح کرتے ہیں کہ، اس اسکیم کا آخری کا مقصد تعلیم یافتہ لوگوں کی ایک جماعت پیدا کرنا ہے جس کا کلچر، جس کا عقیدہ اور جس کے اعمال ایک ہی طرح کے ہوں۔ جو تمام مذاہب کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ وہ سب سچّے ہیں اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ نیز اہنسا (عدم تشدّد) کی صداقت پر ایمان ہو اور اسی پر عمل ہو۔"[24]

ودیامندر اسکیم

> "اسی نوعیت کی ایک اسکیم پنڈت شکلا وزیرِ اعظم سی پی صوبہ نے جاری کی تھی۔ اس نے انتہا کردی کہ اسکولوں کو مندر کا نام دیا۔ اس میں ہندوانہ لباس، مورتی پوجا، ہندو تہواروں میں مسلمان طلبہ کی شرکت لازمی تھی۔ ہاتھ جوڑ کر سلام کرنا، بتوں کے سامنے کھڑے ہونا، بندے ماترم کا مشرکانہ گیت گاناضروری تھا۔"[25]

ہندوؤں کے پیچھے استعمار کار انگریزوں کی معاونت تھی، مدد تھی، سہارا تھا اور مسلمانوں کی ذہن سازی کے لیے انگریزوں نے ہندوؤں کو خود شناس بنا کر مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا تاکہ مسلمان کے حریف مستقل پیدا ہوتے رہیں اور وہ اپنے حریفوں سے لڑتے رہیں، لڑنے میں مصروف رہیں اور اپنی خود شناسی و ترقّی کے عمل کے لیے مسلمانوں کو وقت ہی نہ مل سکے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، مغربی استعمار کے حوالے سے اپنا ذاتی تجربہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> "جب مجھے پہلی مرتبہ افریقہ کے بعض ممالک میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں افریقی باشندوں سے یہ جملہ سننے کو ملا کہ جب انگریز یا گورا ہمارے ملک میں آیا تو اس کے ہاتھ میں کتاب تھی اور ہمارے ہاتھ میں زمین تھی، اور جب وہ یہاں سے جانے لگا تو اس کے ہاتھ میں زمین تھی اور ہمارے ہاتھ میں کتاب تھی۔ یعنی گورا بائبل لے کر سرزمین افریقہ میں داخل ہوا۔ دوسو سال کی اس طویل مدّت کے دوران بائبل اس نے افریقیوں کو دے دی اور ان کی زمین اپنے ہاتھ میں لے لی۔ یہ محض اتفاق نہیں ہے۔ یہ ایک طے شدہ پالیسی کا حصّہ ہے، یہ ایک طے شدہ پروگرام ہے۔"[26]

ان حقائق سے متعلق کچھ کارٹونز اور دیگر تصاویر کو بھی بڑے پیمانوں پر استعمار کاروں کی حمایت کے لیے استعمارزدہ افراد کی ذہن سازی کے لیے پھیلایا گیا۔ ذیل میں مذکور حقائق سے مزید وضاحت ہوگی۔ "الجزائر میں فرانسیسی استعمار کے آنے سے پہلے وہاں جو بھی نظامِ تعلیم موجود تھا، جو روایات بھی موجود تھیں، فرانسیسی استعمار کے آنے کے بعد وہ روایات اتنی تیزی سے ختم ہوگئیں کہ فرانسیسی استعمار کے جانے کے بعد جب الجزائر آزاد ہوا تو وہاں ایسے اہلِ علم انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے جو عربی زبان میں اپنا مافی الضّمیر بیان کرسکتے ہوں اور عربی زبان میں اظہارِ خیال کرسکتے ہوں۔ دوسو سال کے اس طویل عرصے میں فرانسیسی استعمار نے موثر نظامِ تعلیم کے ذریعے سے نہ صرف عربی زبان، بل کہ مسلمانوں کی

پوری تعلیمی روایت اور اسلامی علوم و فنون اور مسلمانوں کی تمدّن و ثقافت کے اثرات سے ان ممالک کے تعلیمی نظام کو بالکل صاف کر دیا اور جب الجزائر آزاد ہوا تو آزاد الجزائر کی وارث ایک ایسی الجیرین قوم قرار پائی جو فرانسیسی زبان بولتی تھی اور فرانسیسی زبان میں سوچتی تھی، اس لیے کہ عربی زبان مٹائی جاچکی تھی اور صحیح عربی لکھنے اور بولنے والے قریب قریب ناپید ہو چکے تھے۔ اب وہاں کے پڑھے لکھے لوگ فرانسیسی زبان ہی کے تربیت یافتہ اور فرانسیسی نظام ہی کے تعلیم یافتہ تھے۔ ان کا طرزِ فکر، اسلوبِ بیان اور نظام سراسر فرانسیسی بن چکا تھا۔ اس ایک روایت کے علاوہ وہاں کوئی روایت اب موجود نہیں رہی تھی۔ یہی صورتِ حال تیونس وغیرہ کی بھی رہی ہے۔"[27]

نصابِ تعلیم کے اثرات

نصابِ تعلیم کی اثر انگیزی اور طاقت کو ذہن سازی کے لیے کیسے استعمال کیا گیا، مذکورہ بالا میں ان حقائق کو بیان کیا جاچکا ہے۔ لیکن اس کے کیا خطرناک اثرات مرتب ہوئے وہ آج تک بھگتتے جارہے ہیں۔ "انگریزی حکومت نے سرکاری تعلیم اور جدید ذرائع ابلاغ کی قوّت سے مسلمانوں کی نوخیز نسلوں اپنے طور پر تعلیم دلا کر تیار کیا۔ بلاشبہ یہ نونہال مغربی زبان اور مغربی علوم سے کسی قدر واقف ہوگئے مگر اپنی قدیم زبانوں سے اور اپنے شاندار ماضی سے کٹ گئے۔ بلاشبہ حصول تعلیم کے بعد ان نونہالوں پر روزگار کے بند دروازے کھول دیے گئے مگر مغربی تہذیب و تمدّن کی چمک نے ان کی آنکھیں خیرہ کر دیں۔ مغرب کی نقالی کو یہ لوگ اپنی معراج خیال تصوّر کرنے لگے۔ مشرق میں رہ کر مغرب کے حسین خواب دیکھنے لگے۔ دین و دنیا کی تفریق کے مغربی تصوّر پر یہ لوگ ایمان لے آئے۔ معیشت و معاشرت، سیاست و حکومت ہر دائرہ میں انہوں نے مغربی تصوّرات کو بے چوں چرا قبول کر لیا۔ سیاست ان کے ہاں شجرِ ممنوعہ تھی۔ علی گڑھ والوں کی قیادت کے 70 سالہ دور میں مسلمان قوم کے یہی حالات تھے۔"[28] تاریخ اسلام یا تعارفِ اسلام کی معلومات کے لیے مسلمان غیر مسلمین کے تیار کردہ لٹریچر کے محتاج ہیں۔ اسی حالتِ زار پر مسلمانوں کو اپنی ذمے ساری کا احساس پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر فضل الرّحمٰن انصاری رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> The 'History of Muslim philosophy', this subject has been taught in M.A. Classes in the different universities of India and Pakistan since about 1928. The teachers have been Muslims and the students too have been mostly Muslims, but the text-books that have been taught are those written by De Boer, O' Leary, Mac Donald and Nicholsan , all of whom vie with each other in their hostility to Islam and the Muslim contribution to human civilization. No Muslim state, no Muslim institution, no Muslim philanthropist in the entire world of Islam could so

far sponsor e small project of the preparation of a standard book on this subject by Muslim scholar.[29]

دورِ استعمار، مستشرقین اور ایشیاءٹک سوسائٹی

دورِ استعمار، مستشرقین اور ایشیاءٹک سوسائٹی نے ان اثرات کو مزید گہرا کیا۔ان ایشیاٹک سوسائٹیز میں مشرقی لٹریچر، افکار، ادب، تہذیب، افراد، ثقافت، مذاہب سے متعلق معاملات زیرِ بحث آتے ہیں۔اور ان کا مقصد مشرقیات پر تحقیق کو فروغ دینا بتایاجاتا ہے ۔"مغربی جامعات میں قائم علومِ اسلامیہ کے شعبے مسلمان طلباء کی دلچسپی کا سبب بنے ،ان شاگردوں کی فکر کو مسلسل اپنے نظریات اور تحقیقات کے حصار میں رکھنے کا کام ان استادوں نے انجمنوں کانفرنسوں اور رسالوں سے لیا،1778ءمیں سب سے پہلی ایشیاء ٹک سوسائٹی قائم ہوئی، 1782ء میں سر ولیم جونس نے ایشیاء ٹک سوسائٹی قائم کی ، 1821ء میں پیرس ایشیاء ٹک سوسائٹی وجود میں آئی، 1823ء میں رائل ایشیاءٹک سوسائٹی اور 1842ء میں امریکن اورینٹل سوسائٹی کی بنیاد رکھی گئی۔ان کی کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں کی فکر میں کوئی خلاء ایسا نہ رہنے دیا جائے جس کو وہ اپنے ہی تحقیقی کام سے پُر کرسکیں۔"[30]ان لوگوں کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ ہم خود سے تعلیماتِ اسلامیہ کے میدان میں اتنا مواد تحریر کرلیں اور کام کرلیں کہ مسلمان اپنے ورثے کو ہماری تحریروں سے سمجھیں اور ان کو اپنے مذہب پر کام کرنے کا موقع ہی نہ مل سکے، ان کو کراکرایا سارا کام ہمارے ریفرینس سے ہی مل جائے جس سے ہماری من چاہی ذہن سازی ہونتیجے میں استعمارزدہ اذہان (طلباء) کی اکثریت مستشرقین کے کام سے متاثرہوئے بغیر نہ رہ سکی اور اس کے خلاف مولانا سید سلیمان ندوی نے آواز اُٹھائی اور انڈین ہسٹریکانگریس کے اجلاس منعقدہ مدراس (1944ء) میں کہا:

> "یہ دیکھ کر تعجب اور افسوس ہوتا ہے کہ بعض تاریخی تحقیقات میں اسلامی شریعت کی وضاحت انسائکلوپیڈیا آف اسلام کی مدد سے کی جاتی ہے، اسلامی فقہ کے نکتے میکڈانلڈ کی کتاب کے ذریعے بتائے جاتے ہیں، اسلامی مسائل کا حل ریورنڈ میوز کی ڈکشنری آف اسلام سے پیش کیاجاتا ہے، مسلمانوں کی حکومت، بادشاہی اور مالیات کے نظریے آرنلڈ، اگناڈیز کی عینک سے دیکھے جاتے ہیں ،ہم تحقیق کے نام سے اپنے پیشروؤں کی غلطی کی غلط پیروی میں مصروف ہیں۔"[31]

خلاصہءبحث

❖ مغربی نصابات کے رائج کردینے کا پس پردہ یہی مقصد ہے کہ مشرق کا تعارف مغرب کروائے جس کے نتیجے میں مشرق اپنے تعارف میں خاموش ہوجائے اوراحساسِ محرومی کا شکار رہے کہ ہم اس اہل بھی نہیں کہ اپنا تعارف ازخود کرواسکیں۔اس بارے میں ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں : "مغرب میں اسلام اور اس کے مختلف پہلوؤں پر جتنا لکھا جارہا ہے یہاں اس کا عشرِ عشیر بھی مغرب کے بارے میں نہیں لکھا جارہا۔"[32]

❖ مستشرقین کے تیارکردہ دورِ استعمار کے نصابات، طالب علموں کے اذہان میں مغربی افراد اوران کی تہذیب و علوم کی برتری کو اس انداز سے راسخ کردیتے ہیں کہ نتیجے میں وہ مغربی افکار کو درست مانتے ہیں اور پھر اسلام سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اس طور پر کہ اسلام عہدِ جدید میں ناقابلِ استعمال مذہب ہے۔(نعوذباللہ)

❖ ان افکار کے حامل ہونے کے بعد مشرقی افراد بالخصوص مسلمان (خود اپنی نظر میں) جاہل قرار دیئے جاتے ہیں کہ ہمارے معاش، روزی روٹی، ترقی اور کامیابی کا مسئلہ نعوذ باللہ مذہبِ اسلام حل نہیں کرسکتا، اس میں اتنی وسعت نہیں ہے۔

❖ جس طرح مشرق کا تعارف کروانے کی ذمّے داری مغرب نے اپنے ذمّے لی ہے عین اسی طریقے پر تعلیماتِ اسلامیہ، علومِ اسلامیہ، مذہبِ اسلام کی تشریح، تفصیل اور اس موضوع پر کتابیں لکھنے کی ذمے داری بھی مغرب نے اپنے ذمّے خود لی ہے، کہ حقیقی اسلام وہی ہے جو ہم بتارہے ہیں، جس کی بہترین وضاحت سید سلیمان ندوی کے مذکورہ بیان سے ہوجاتی ہے۔

❖ استعمار کاری، استشراق، مستشرقین، سفید آدمی کا بوجھ، نصابِ تعلیم، نظریہ سازی اور اسلام سب علیحدہ اور الگ الگ موضوعات نظر آتے ہیں لیکن جب ان کا مطالعہ بہ غور کیا جائے تو حیرت انگیز انکشافات ہوتے ہیں کہ ان سب کی ایک دوسرے سے کڑیاں ملتی ہیں کیوں کہ استعمار کاری سے پہلے دنیا بالخصوص مسلم دنیا(مسلمان)؛ افکار، نظریات، عمل، سوچ اور جغرافیائی حساب سے دنیا بھر میں غالب رہے ہیں اور استعمار کاری کے بعد پوری دنیا کے لوگوں کے اذہان، ثقافت، نظریات، جغرافیے سب میں نمایاں تبدیلیاں آئی ہیں۔

❖ استعمار کاری کے جواز میں دنیا بھر کے مستعمرین کی نظریہ سازی کی گئی، آج بھی اکثریت اسی ذہن سازی کے خول میں زندگی گزار رہی ہے۔

❖ استعمار کاری کے لیے سب سے پہلے کمپنی کھولنے کے لیے اس ملک کے صاحبِ اقتدار سے اجازت نامہ حاصل کرتے ہیں۔ پھر، اس ملک کی نوادرات اور خاص پیداوار کو خریدا جاتا ہے اور اسی ملک کے باسیوں کی محنت اور مزدوری کو اپنے مفاد میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس ملک میں قائم اپنے گودام میں خریدے گئے نوادرات، پیداوار، رکھ کر اپنے آبائی ملک میں موجود فیکٹریوں میں بھیج کر تیار کرکے اسی ملک میں لاکر اپنی من مانی قیمتوں میں فروخت کیا جاتا ہے۔ اور پیسہ کمایا جاتا ہے۔ پیسوں کی بنیاد پر استعمار کاروں کی بنیادیں مضبوط ہوتی ہیں۔ مزید کارخانے قائم کیے جاتے ہیں۔ اس ملک کے بادشاہوں کے مشکل وقت میں استعمار کار قرضے دیتے ہیں۔ اور مراعات دینے کے نتیجے میں اپنے مطالبات منواتے ہیں۔ حکومت ان کے سامنے مجبور ہوتی ہے۔ پھر نظامِ تعلیم پر اپنی گرفت کو مظبوط کیا جاتا ہے۔ خاص استعمار کاری کے جواز سے متعلق اپنا تیار شدہ نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ مستعمرین کو حقیر سمجھایا جاتا ہے۔ احساسِ کمتری کا ذہنی مریض بنایا جاتا ہے۔ خود کو نسلی تفاخر، سفید چمڑی کی نسل سے ہونے کی بنیاد پر معتبر، مہذّب، تعلیم یافتہ کی حیثیت سے متعارف کروایا جاتا ہے۔ چوں کہ استعمار کاروں نے حکومت، اختیارات مسلمانوں سے چھینے تھے چناں چہ ان کو اس طرح سے دبانے کے لیے کہ وہ کبھی سر نہ اٹھا سکیں تو مستشرقین سے ان کی رہن سہن، ثقافت، طرزِ زندگی، نظریات اور مذہب سے متعلق مکمّل معلومات لیتے ہیں پھر اسی حساب سے ان کو ڈیل کیا جاتا ہے۔ اور پھر دنیا کے سامنے جس انداز سے ان کو دبا ہوا متعارف کرواتے ہیں اس کے بارے میں ایڈورڈ سعید کا نظریہ ءشرق شناسی کا ذکر کیا جاچکا ہے۔

❖ استعمار کاری، ایک پیچیدہ مضمون ہے، لیکن بہ حیثیتِ مسلمان ہر ایک کی یہ ذمے داری ہے کہ وہ اس مضمون کا مطالعہ کرے، اس پر غور کرے، ہونے والی تبدیلیوں کو سمجھے اور خود شناس ہو۔ اور آئندہ آنے والی نسلوں کو استعمار کاری کے موضوعات سے آگاہ کرے۔ کیوں کہ اب ہم استعمار کاری کے اثرات کے تحت زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

❖ استعمار کاری میں مستعمرین اور بالخصوص مسلمانوں کی نظریہ سازی کی گئی، اور وہ تمام تر انقلابات جو یورپ میں سولھویں صدی کے بعد آئے؛ آزاد روشن خیالیاں، مذہب کی ریاست اور ذاتی زندگی سے علیحدگی، دورِ تشکیک، عقل پرستی، صنعتی و سائنسی انقلاب وغیرہ ان سب نظریات کو پورا پورا دینِ اسلام اور مسلمانوں پر بھی تھوپنے کی پوری کوشش کی، اور عقائد سے متعلق وہ سوالات جن کی حقّانیت پر سوال نہیں کیا جاسکتا ان کو بھی سوالات کے کٹھہرے میں لاکر مشکوک کیا گیا تاکہ مسلمان اپنے دین کے حوالے سے شک و شبہہ کا شکار رہیں، اور اگر وہ غیر مسلم یا مرتد نہیں بھی ہوتے لیکن ایک راسخ العقیدہ مسلمان بھی نہ رہیں۔

❖ استعمار کار چوں کہ نصرانی تھے چناں چہ اپنی طاقت کو اپنی مشنری اور تبلیغی سرگرمیوں کے لیے مکمل طور پر استعمال کیا کہ مذہب ہے تو صرف ہمارا، یعنی نصرانیت، باقی کے افرد گمراہیوں میں ہیں۔

❖ یہاں سے اندازہ کرلیا جائے کہ وہ نصابِ تعلیم، جس کی بنیاد الہامی نظریات سے مربوط نہ ہوں، بل کہ استعمار کاری کو فروغ دینے کے لیے اپنے ذہنی غلام تیار کیے جائیں تو اس کا اثر آنے والی نسلوں، طالبِ علموں کے اذہان میں کیا ہوگا اس کا اندازہ ہم بخوبی کرسکتے ہیں کیوں کہ ان چیزوں کی Application عمل داری ہم مسلمانوں پر ماضی میں کی گئی جس کا اثر وہ آج کی زندگی میں بھی دیکھ رہے ہیں کہ ان کا بنایا گیا نصاب، یا نظامِ تعلیم ہم آج بھی پڑھ رہے ہیں اور آگے جاکر نوکری، معاش کے لیے انہی کا بنایا گیا نظامِ تعلیم، نصابِ تعلیم معیار ٹھہرایا جاتا ہے جس کے نتیجے میں اجتماعی سطح پر مسلمانوں کی حقیقی خود شناسی کہیں گم ہوگئی ہے۔

References

[1] Urdu Lughat Tareekhi Usoolon Par, (Karachi:Tarqqi Urdu Board, 1977), 1:450.

[2]Urdu Lughat Tareekhi Usoolon Par, (Karachi: Urdu Lughat Board, Wafaqi Wizarat-E-Taleem, Hakumat-E-Pakistan, 2002), 18:2.

[3] Qaumi Angrezi Urdu Lughat, (Islamabad :Muqtadra-E-Qaumi Zaban,1996) 1369.

[4] Mukhtasar Urdu Lughat, (New Delhi:Tarqqi Urdu Bureau,1987), 880.

[5] Webster's Encyclopedia Unabridged Dictionary Of The English Language(U.S.A, 2001), 1365.

[6] Webster's Encyclopedia Unabridged Dictionary Of The English Language),1365.

[7]Dr. Muhammad Shahbaz Manj, Fikr E Istishraq Aur Alame Islam Main Iska Asr O Nafooz, (Lahore:Alqamar Publications, 2016), 62

[8] Muhammad Asad, The Road To Makkah, (New Delhi:Islamic Book Service, 2004), 5-7.

[9] Mohammad Ismail Rehaan, Nazriati Jang Ke Muhawaz, (Karachi:Al-Minhaj Publishers,2016), 64-76(Makhlasa).

[10] Khaliq Ahmad Nizami, Mashriqeen Ke Afkar O Nazriyat Ke Mukhtalif Dour Tareeqa Kar Ka Tajziyah Aur Islah-E-Haal, Included In Islam Aur Mashriqeen, Edith Syed Sabahuddin Abdur Rahman, (Azamgarh,India :Darul Musannifeen, Shibli Academy,2004), 2:13-11.

[11] Professor Khwaja Ahmad Farooqi, Mashsharqeen Ke Tasawwur-E-Islam Ka Tareekhi Pas-E-Manzar, Included Islam Aur Mashsharqeen,79.

[12] Peer Karam Shah Alhazari, Zia-Un-Nabi Sallalaho Aliehi Wasallam, (Lahore:Zia-Ul-Quran Publications, 2013), 6:174.

[13] Rehaan, Nazriati Jang Ke Muhawaz,88.

[14] Nizami, Mashriqeen Ke Afkar O Nazriyat Ke Mukhtalif Dour Kay Tareeqa Kar Ka Tajziyah Aur Islah-E-Haal", 2:13-14.

[15] Merriam Webster Dictionary. "Whiteman Burden" Accessed September 30, 2019. Https://Www.Merriamwebster.Com/Dictionary/White%20man's%20burden

[16]: Oxfordlearnersdictionaries " Whiteman Burden" Accessed June 12, 2020 Https://Www.Oxfordlearnersdictionaries.Com/Definition/English/TheWhite-Man-S-Burden#

[17] Kipling Society Corporation. "Poem On White Man Burden" Accessed September 30, 2019/ Http://Www.Kiplingsociety.Co.Uk/Poems_Burden.Htm

[18] Arshad Ahmed Baig, Taleem Aur Us K Mubahis, (Riphah Center Of Islamic Business, Islamabad: Riphah International University,2011), 25.

[19] Syed Muhammad Saleem, Tareekh E Nazarya Pakistan, (Lahore:Idara Taleemi Tehqeeq, Tnazeem E Asaatza Pakistan,1987), 24-25.

[20] Nasir Abbas Nayyar, Saqafti Shanakht Aur Istimari Ijaradari Nou Abadatyati Ehad Ky Urdu Nisabat Ka Mabad Nou Abadyati Mutala, (Lahore:Sang E Meel Publications, 2014),9-37(Summery).

[21] Saleem, Tareekhe Nazarya Pakistan, 37,38,39.

[22] Saleem, Tareekhe Nazarya Pakistan, 64.

[23] Saleem, Tareekhe Nazarya Pakistan, 70.

[24] Saleem, Tareekhe Nazarya Pakistan, 205.

[25] Saleem, Tareekhe Nazarya Pakistan, 206.

[26] Dr.Mahmood Ahmed Ghazi, Islam Aur Maghrib Taluqat, (Karachi:Zawwar Academy Publications,2016), 58,59

[27] Dr. Mahmood Ahmed Ghazi, Mahazarat E Taleem, (Karachi:Zawwar Academy Publications,2014), 97-98.

[28] Saleem, Tareekhe Nazarya Pakistan,219.

[29] Dr.Fazlur Rahman Ansari ,The Beacon Light, Edith Dr. Umair Mahmood Siddiqui, (Karachi:Islamic Research And Publications Bureau Organ Of World Federation Of Islamic Missions,2015), 352.

[30] Nizami, Mashriqeen Ke Afkar O Nazriyat Ke Mukhtalif Dour Tareeqa Kar Ka Tajziyah Aur Islah-E-Haal, 2: 20-21

[31] Nizami, Mashriqeen Ke Afkar O Nazriyat Ke Mukhtalif Dour Tareeqa Kar Ka Tajziyah Aur Islah-E-Haal, 20

[32] Dr. Khalid Alvi, Taleem Aur Jaded Tehzeebi Challenge, (Islamabad:Da'awah Academy, International Islamic University,2005), 42